OPEN ACCESS
Biannual Research Journal
AL-ILM
Volume: 07
Issue: 01
Spring 2023

اقبال کے ذوقِ جمال کی تشکیل میں قرآن کا کردار



ISSN (P):
2618-1134
ISSN (E):
2618-1142

ROLE OF QUR'AN IN FORMATION OF IQBAL'S AESTHETIC TAST

Homepage URL:
https://www.alilmjournal-gcwus.com/index.php/al-ilm

Issue URL:
https://www.alilmjournal-gcwus.com/index.php/al-ilm/issue/view/13

Received:
07-03-2023
Accepted:
12-04-2023
Published:
25-06-2023

Dr. Muhammad Arif Alvi
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Federal Govt. College, Sialkot
Email: marifalvi@gmail.com

Prof. Dr. Muhammad Hammad Lakhvi
Professor, Dean Faculty of Islamic Studies, Punjab University, Lahore
Email: dean.is@pu.edu.pk

ABSTRACT

Universe is beautiful by its virtue. However, due recognition of the beauty owes to aesthetic sense-based aesthetic taste. In a person, the taste (i.e. a set of standards) about a particular entity evolves with periodic information or exposures. The synchronized taste of a community urges to develop revolution for a desirable scenario. Iqbal-nation coax is a suitable precedence in the context. In Iqbal, two Quran-derived factors i.e. vastness of observation and un-contamination of soul are responsible for maturation of the taste with time. The qualitative and analytical method of research has been used in this article. Present work tells how these two personality dimension took part in the compilation of Iqbal's aesthetic taste to conceptualize the beauty of nature and motivational zeal for nation. The study will help in opening new gates for mega changes in society's pros and cons.

Keywords: *The Quran, Beauty, Aesthetics, Aesthetics Taste, Aesthetic Sense, Iqbal*

How to Cite: Alvi, Muhammad Arif, Dr., Lakhvi, Muhammad Hammad, Dr., "اقبال کے ذوقِ جمال کی تشکیل میں قرآن کا کردار" Al-Ilm 7, no. 1 (2023): 1-13.

تعارف

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا خمیر، حسن سے اٹھایا ہے اور اس حسن سے حظ اٹھانے کے لیے انسان کو حسِ جمال سے بھی نوازا ہے۔ یہ جبلی حس حواس خمسہ اور قلب کے باہمی تعامل سے وجود میں آتی ہے۔ انسان اس کی ایک خاص نہج پر تربیت کر کے حسن کی پرکھ کا ایک خاص معیار مقرر کر لیتا ہے جسے اصطلاحاً ذوقِ جمال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی ذوق کے پیشِ نظر کوئی بھی فرد کسی بھی چیز، منظر یا نظریہ کے حسین و قبیح ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ بقول نصیر احمد ناصر:

"ذوقِ انسانی جس نوعیت کا ہو گا اسی نوعیت کی اسے شکل و صورت، رنگ ڈھنگ اور وضع قطع مرغوب ہو گی۔"[1]

ذوقِ جمال کے اکتسابی ہونے کی وجہ سے اس میں ارتقا[یعنی اس کا لطافت و نظافت اور علو میں بتدریج ترقی کرتے جانا] اور تنزل[یعنی کثافت، غلاظت اور پستی کی طرف بڑھنا ہے] کے امکانات بھی ہوتے ہیں۔ کسی بھی انسان کے ذوقِ جمال کی تشکیل میں اس کے ذاتی مزاج، پسند ناپسند، رسم و رواج، افکار و نظریات اور ثقافتی اقدار بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ انھی عوامل کے تنوع کی وجہ سے ہر انسان کے ذوقِ جمال میں تفاوت ظاہر ہوتا ہے اور اشیاء مختلف درجات میں حسین دکھائی دیتی ہیں۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی نظر میں یہ وہ درخت ہے جس کی آبیاری انسان کا دینی و مذہبی اور ثقافتی ورثہ کرتا ہے جبکہ انسان کا گھر بار، معاشرہ، جغرافیائی علاقہ اور خود اس کی اپنی پیدا کردہ دنیا نیز اس کی تاریخی، قومی، ملی اور قبائلی روایات و رسوم اس کے لیے آب و ہوا اور ماحول کا کام کرتے ہیں[2]۔

ذوق کے بطن سے تہذیبی اقدار جنم لیتی ہیں اور قومی رویہ تشکیل پاتا ہے لہٰذا معاشرتی اقدار بدلنے کے لیے اس کے معیارِ حسن یا ذوقِ جمال کو بدلنا ضروری ہوتا ہے۔ معروف ادیب منشی پریم چند کا ترقی پسند تحریک کے صدارتی خطبہ میں کہا ہوا جملہ "ہمیں اپنا معیارِ حسن بدلنا ہو گا" اسی حقیقت کا کھلا اظہار تھا۔ گویا معیارِ حسن یا ذوقِ جمال معاشرتی انقلاب کی اساس ہے۔ مؤثر انقلابی فکر کا خاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کے تصورِ حسن کو تبدیل کرتی ہے۔ ایک نیا معیارِ حسن مقرر کرتی ہے اور ایک نئے ذوقِ جمال کی تشکیل کرتی ہے۔ یہ عمل مفکر اپنی ذات سے شروع کرتا ہے۔ ایسا ممکن ہی نہیں کہ کوئی پست تصورِ حسن اور کثیف و ادنیٰ ذوقِ جمال رکھنے والا مفکر کوئی مؤثر انقلابی نظریہ پیش کر سکے۔ لہٰذا انقلابی مفکر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ذوقِ جمال کی اعلیٰ اقدار پر تربیت کرے تاکہ معاشرے میں بسنے والے دیگر افراد کو علمی فکری اور عملی سطح پر معیارِ حسن اور ذوقِ جمال کے حوالے سے ایک نیا نصب العین دینے میں کامیاب ہو سکے۔

اقبال نے ایک ایسے معاشرے میں آنکھ کھولی جو ہمہ جہتی انحطاط اور تنزل کا شکار تھا۔ اس انحطاط و تنزل کا سبب

محض سامراجی تسلط اور غلبہ نہیں تھا بلکہ وہ تصورِ حسن تھا جس کے اساسی عناصر میں صورت پسندی، یاسیت، قنوطیت، تساہل و ناتوانی اور جنسیت زدگی تھے۔ ایسے میں اقبال نے اپنی فکر کے ذریعہ جس قسم کا ہمہ جہتی انقلاب برپا کیا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اقبال نے ایک نئی جمالیاتی روایت کی داغ بیل ڈالی۔ اس نئی جمالیاتی روایت کی تشکیل کے پس پردہ اقبال کا اپنا ذوقِ جمال کار فرما تھا جو نہایت لطیف اور اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اقبال کا یہ عمدہ ذوقِ جمال یکایک وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ یہ ان کی طبیعت اور مزاج کا حصہ تھا۔ بچپن میں گھر کے پاکیزہ ماحول، والدین کی تربیت، اسلامی اقدار سے وابستگی اور قرآن مجید کے مطالعہ نے ان کے ذوقِ جمال کی نشوو ارتقا میں اہم کردار ادا کیا۔

سابقہ علمی تحقیقات کا جائزہ

اقبال شناسی پر علمی کام کی ابتداء ان کی زندگی میں ہی شروع ہو چکی تھی۔ علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کے حوالے سے ہمیں متنوع آراء ملتی ہیں۔ کسی نے ان کے کلام کے سیاسی پہلو کو نمایاں کیا تو کسی نے اقتصادی حوالے سے ان کے نظریات کو پیش کیا۔ کسی نے علم الکلام کے میں ان کی رجحانات کو واضح کیا تو کسی نے فنی اعتبار سے کلامِ اقبال کا حاصل مطالعہ پیش کیا۔ لیکن علامہ اقبال کی فکر کے بنیادی ماخذ کی تلاش اور قرآنی فکر کی ان کے تصورات و خیالات پر اثرات کی جانب مولانا مودودی نے پہلی بار توجہ دی۔ ۱۹۳۸ء کے مجلہ جوہر اقبال نمبر میں مولانا مودودی کا ایک مضمون بعنوان "حیاتِ اقبال کا ایک سبق" شامل ہے جس میں مولانا مودودی نے فکرِ اقبال کے ایک نئے پہلو کو روشناس کروایا۔ اس کے بعد تفہیم کلامِ اقبال اور اس کی مختلف جہات پر ہمیں وسیع اور متنوع لٹریچر نظر آتا ہے جس میں اقبال کے علمی کام کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ بطور خاص اقبال کے تصورِ جمال کی بات کریں تو یوسف حسین خان کی ۱۹۷۹ء میں نئی دہلی سے شائع ہونے والی کتاب "غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات" اہم ہے جس میں مصنف نے غالب اور اقبال کے جوشِ بیان، ندرت اور نکتہ آفرینی کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی ۱۹۸۸ء میں منظر عام پر آنے والی کتاب، "فکرِ اقبال" میں بھی اقبال کے فکری ماخذ کے حوالے سے قرآن کے کردار پر اہم مواد ملتا ہے۔ ۱۹۹۶ء میں افتخار احمد صدیقی کی تصنیف، "فروغِ اقبال" میں بھی ہمیں فکرِ اقبال کے بنیادی ماخذ میں قرآن پر مفصل بحث ملتی ہے۔ ۲۰۱۷ء میں نوید حسن ملک کا مضمون بعنوان، "اقبال کے کلام میں قرآنی پیغمبرانہ تلمیحات" اردو ریسرچ جرنل کے شمارہ نمبر ۱۱ میں شائع ہوا جس میں انہوں نے فکرِ اقبال پر قرآنی اثرات اور کلامِ اقبال میں وہ تلمیحات جو پیغمبران کرام سے منسلک ہیں کا جائزہ پیش کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ سابقہ علمی تحقیقات کے جائزہ سے ظاہر ہے مقالہ نگاران کے علم کی حد تک بطور خاص اقبال کے تصورِ جمال پر قرآن کے اثرات کا ابھی تک تحقیقی جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔ اسی تحقیقی تشنگی کو دور

کرنے کے لئے یہ مضمون پیش کیا جارہا ہے۔ مضمون کا منہج تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی ہے جس میں کلامِ اقبال اور دیگر علمی مواد سے استفادہ کرتے ہوئے اقبال کے ذواقِ جمال پر قرآن کے اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔

فکرِ اقبال پر قرآن کے اثرات

اقبال کے اشعار میں بالواسطہ یا بلاواسطہ قرآن پاک، احادیث مبارکہ، سنت رسول ﷺ، اصحاب کرام اور تاریخ اسلام کا جابجا ذکر ملتا ہے۔ لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو کلامِ اقبال میں پیش کیے گئے خیالات کا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے اور دیگر ماخذات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے نثری اور منظومہ کلام میں قرآن مجید کے اثرات واضح طور پر محسوس کیے جاتے ہیں۔ اقبال کی فکری تشکیل میں مشرقی و مغربی علوم کا بھی اہم عمل دخل ہے۔ علامہ موصوف دونوں علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ لیکن ان کے تمام تر افکار کا بنیادی سرچشمہ قرآن مجید ہی نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال کی شخصیت اور ان کی فکر کے حوالے سے بہت متنوع آراء پائی جاتی ہیں۔ کسی دانشور نے انہیں کارل مارکس کا خوشہ چیں قرار دیتے ہوئے مارکسی نظام معیشت کے حامی کے طور پر انہیں پیش کیا تو کسی نے ان کے اشعار سے استدلال کرتے ہوئے انہیں سرمایہ دارانہ نظام کا حامی گردانا۔ کسی نے انہیں آمریت کا حامی قرار دیا تو کسی نے جمہوریت کا علمبردار کے طور پر پیش کیا۔ ان متضاد و متناقص تصورات کی اقبال کی طرف نسبت خود ان کی زندگی میں شروع ہو گئی تھی۔ جب بھی علامہ اقبال کو کسی ایسے غلط ہائے مضمون کا پتہ چلتا تو وہ اس کی تردید کرنے میں تساہل سے کام نہ لیتے۔ مثال کے طور پر ایک صاحب نے جب انہیں اشتمالیت کے نمائندے کے طور پر پیش کیا تو آپ نے ایڈیٹر زمیندار کو ۲۴ جون، ۱۹۲۳ء میں لکھے گئے خط میں اس کی واضح تردید کی۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں لکھا:

"میں مسلمان ہوں، میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن نے تجویز کیا ہے۔۔۔"[3]

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ اقبال کی فکر کا بنیادی عنصر قرآن مجید ہے۔ اسی نور کامل کی عطا کردہ روشنی سے ہی علامہ نے اپنا فکری راستہ متعین کیا ہے۔ انسان کی فکر کے تعین میں آباء و اجداد اور فطری میلانات بھی اہم ہوا کرتے ہیں۔ لیکن قرآن کے عمیق مطالعے اور تدبر و تفکر کی عادت نے اقبال کو اپنے آبائی میلانات و عقائد سے دست بردار ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس اعتبار سے اقبال کی فکر پر قرآن مجید کا یہ نمایاں اثر نظر آتا ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات و تصورات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کیا۔ جو خیال اور نظریہ انہیں قرآنی تعلیمات سے ہم آہنگ نظر آتا اس کو اپنے فکر کا جزو بنالیتے اور جو تصور انہیں قرآن

سے متصادم نظر آتا اسے ترک کرنے میں دیر نہ لگاتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اقبال کی فکری نشوونما کے سلسلے میں کوئی ایسا اثر نہیں ہے جس کا سرچشمہ قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور ہو یا جس کی سند آیاتِ قرآنیہ سے بہم نہ پہنچتی ہو۔[4](فروغ اقبال، ٦٦)خواجہ حسن نظامی کو ۳۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کو لکھے گئے ایک خط میں رقمطراز ہیں:

"میں نے محض قرآن کی خاطر اپنے قدیم خیال کو ترک کر دیا اور اس مقصد کے لئے مجھے اپنے فطری اور آبائی رجحانات کے ساتھ ایک خوفناک دماغی اور قلبی جہاد کرنا پڑا۔"[5]

قرآن کریم کو سمجھنے اور زندگی کے مسائل پر صحیح نظریہ معلوم کرنے کے لئے جو اضطراب اور تجسس اقبال کے قلب و ذہن میں جاگزیں ہوا، وہ ساری زندگی ان کے کلام کا حصہ رہا ہے۔ اس اضطراب اور تجسس کی وجہ اور قرآن کے ساتھ ان کا قلبی لگاو ان کی بچپن کی تربیت کا عکس نظر آتا ہے۔ بچپن میں ایک دفعہ علامہ جب حسب معمول قرآن کی تلاوت میں مشغول تھے تو ان کے والد ان کے پاس آئے اور ایک نصیحت کی جو بلاشبہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا:

"جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اترا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے"[6]

یہ فقرہ علامہ اقبال کے دل میں اتر گیا اس کا اثر ان کے تمام علمی کارناموں میں نمایاں نظر آتا ہے۔ ضرب کلیم کا یہ شعر مالاحضہ ہو:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب

گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف[7]

اسی طرح ایک اور واقعہ بھی قابلِ غور ہے۔ ایک دفعہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے جو محنت تمہارے پڑھانے میں کی ہے اس کا معاوضہ چاہتا ہوں۔ اقبال نے شوق سے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ والد نے جواب دیا:

"میری محنت کا معاوضہ یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرو"[8]

درج بالا دونوں واقعات علامہ اقبال کی فکری سرگزشت کے بنیادی سنگ میل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اقبال کا تمام تر شعری و نثری کلام درحقیقت قرآن اور اسلامی تعلیمات کی ہی شرح ہے۔[9] اقبال یہ سمجھتا ہے کہ اساسی اور ابدی اسلام قرآن میں موجود ہے۔[10] جو شخص بھی غیر جانبداری سے کلامِ اقبال کا مطالعہ کرتا ہے

تو اس کے لئے اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کی اقبال کے تصورات و نظریات کا ماخذ قرآن کے سوا اور کچھ نہیں۔ اقبال قرآن کو ہی ہر عہد میں انسانی تہذیب و ارتقاء اور جدت کردار کا رہنما سمجھتا ہے۔

اقبال کا ذوقِ جمال اور قرآن

اقبال نے تلاوتِ قرآن کا جو طریقہ اپنے والد گرامی سے سیکھا تھا اس نے نہ صرف اقبال کو فکری جلا بخشی بلکہ اقبال کا مزاج اور طبیعت بھی قرآن مجید کی تعلیمات میں ڈھل گیا۔ یوں اقبال کے ذوقِ جمال کی تشکیل میں بھی قران مجید کا اہم کردار ہے۔ اقبال کے ذوقِ جمال کی تشکیل میں دو چیزیں اساسی عناصر کا درجہ رکھتی ہیں:

۱۔ وسعتِ مشاہدہ ۲۔ پاکیزگیِ باطن

ان دونوں کے امتزاج سے اقبال کے ذوقِ جمال کی وہ کیفیت تھی جس کو اقبال "روح القدس کا ذوقِ جمال" کا نام دیتا ہے۔ ان دونوں عناصر اقبال کی طبیعت میں پایا جانا قرآن مجید کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔ قرآن مجید نے مشاہدۂ فطرت پر بہت زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ[11]

"آپ کہیں ذرا زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے خلق کی ابتدا کی"

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مشاہدۂ فطرت اور تفکر فی الخلق کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ الغاشیۃ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ، وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ، وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ، وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ[12]

"کیا وہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف اسے کیسے تخلیق کیا گیا اور آسمان کی طرف اسے کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف انھیں کیسے نصب کیا گیا۔ اور زمین کی طرف اسے کیسے بچھایا۔"

اقبال مشاہدۂ فطرت کی اس ترغیب کو تعلیمات قرآنی کا خاصہ قرار دیتے ہوئے اس کی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قرآن پاک نے فطرت کے مشاہدہ میں غور و فکر کی ترغیب دلائی تو اس لیے کہ ہم اس حقیقت کا شعور پیدا کریں جس کی عالمِ فطرت کو اس نے ایک آیت ٹھہرایا ہے لیکن یہاں توجہ طلب امر قرآن مجید کی وہ اختباری روش ہے جس سے مسلمانوں کے اندر عالمِ واقعیت کا احترام پیدا ہوا، اور جس کی بدولت آگے چل کر انھوں نے علومِ جدیدہ

کی بنیاد ڈالی"[13]۔

اس اقتباس میں اقبال نے مشاہدۂ فطرت کے تین فوائد ذکر کیے ہیں۔

ا۔ شعورِ حقیقت میں معاون

۲۔ عالمِ واقعیت (خارجی دنیا) کا احترام، مراد خارجی دنیا التباسِ نظر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیت ہے۔

۳۔ علومِ جدیدہ کی بنیاد

اسی لیے اقبال کے خیال میں جو انسان، مشاہدۂ فطرت میں مشغول ہے وہ "حر" ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم "انظر" کی تعمیل کر رہا ہے۔

ہر کہ آیاتِ خدا بیند حر است

اصل ایں حکمت از حکم انظر است[14]

جو مشاہدۂ فطرت سے غافل ہو جائے اقبال کے خیال میں وہ "غلام" ہے۔ اقبال کے فلسفۂ جمالیات میں غلامی کے لیے کوئی گنجائش نہیں اور نہ غلاموں کے ہاں کسی جمالیات کی کوئی گنجائش ہے۔

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی!

جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا[15]

غلام ذوقِ جمال سے محروم ہوتا ہے۔ ان میں حسن و قبح کا شعور و احساس ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے تو اقبال کہتے ہیں:

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا

کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر[16]

مشاہدۂ فطرت کے چونکہ بے شمار فوائد ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مظاہرِ فطرت میں ایک خاص قسم کا حسن، کشش اور جاذبیت رکھی ہے تاکہ اس حسن کی وجہ سے انسان مشاہدۂ فطرت کی طرف مائل ہوں۔ اقبال کو مشاہدۂ فطرت سے کس قدر شغف تھا اس کا اندازہ ان کے کلام سے لگایا جا سکتا ہے۔ جابجا مظاہرِ فطرت کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے اور ان میں فطری مناظر کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ "تقریر بھی فدا ہو"۔ اقبال نہ صرف وسیع المشاہدہ تھے بلکہ انھوں نے مشاہدہ کے اصول بھی بیان کیے ہیں جو قرآن سے ہی اخذ کردہ ہیں۔ قرآن مشاہدۂ فطرت کے ضمن میں جو بنیادی اصول بیان کرتا ہے وہ "دقتِ نظر" ہے۔ مشاہدہ وہی سود مند ہے جس میں دقت

اور باریک بینی ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ، ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ[17]۔

"تم اللہ کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھو گے، پھر پلٹ کر دیکھو کیا تمہیں کوئی نقص دکھائی دیتا ہے؟ پھر دیکھ لو! بار بار دیکھو! تمہاری نگاہ پلٹ آئے گی تمہاری طرف نامراد اور تھکی ماندہ۔"

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اور دقتِ نظر سے مشاہدۂ کائنات کا حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دقتِ مشاہدہ سے اشیاء کے وہ پہلو بھی کھل کر سامنے آجاتے ہیں جو سرسری نظر سے سامنے نہیں آتے۔ اقبال بھی اپنے کلام میں مشاہدہ کے اس اصول کو بیان کرتے ہیں:

ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ[18]

اور فارسی کلام میں اس بار بار دیکھنے کی حکمت اور افادیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تکرار مشاہدہ سے یہ کائنات ایک نئے روپ میں جلوہ گر ہو کر سامنے آتی ہے۔

نوع دیگر بیں جہاں دیگر شود

ایں زمین و آسماں دیگر شود[19]

یہی وجہ ہے کہ اقبال کو فطرت کے تمام مظاہر میں حسن دکھائی دیتا ہے۔ یہ حسنِ فطرت صرف فطرت کے پر کیف نظاروں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ "ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں" بھی حسن کی جلوہ گری محسوس ہوتی ہے۔ تاہم اقبال کا حسنِ فطرت سے متاثر ہونا محض حظ انگیزی کے لیے نہیں ہے بلکہ حسنِ فطرت اقبال کے لیے اپنے اندر ایک خاص معنویت کا حامل ہے۔ اقبال حسنِ فطرت کو قرآن کی نظر سے دیکھتا ہے۔ قرآن مشاہدۂ فطرت کی طرف اس لیے دعوت دیتا ہے تاکہ انسان اس حقیقت سے آگاہ ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں کوئی بھی چیز عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کی۔ اقبال بھی حسنِ فطرت کے مشاہدہ سے اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کائنات میں ہر شے کسی نہ کسی مقصد کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں

کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں[20]

وسعتِ مشاہدہ کا لازمی نتیجہ تنوع ہے۔ تنوع کے بغیر وسعت کا تصور ممکن نہیں۔ اقبال وسیع المشاہدہ تھے اور اس سے ان کے ذوقِ جمال میں بھی تنوع پیدا ہوا۔ لہٰذا اقبال کے لیے صرف حسنِ فطرت میں ہی کشش اور جاذبیت

نہیں تھی بلکہ حسن جس حال میں ہوتا جہاں ہوتا ان کو اس میں کشش دکھائی دیتی۔اس کی تائید ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے اس بیان سے ہوتی ہے، تاثیر لکھتے ہیں:

"ان کے وسیع قلب میں ہر طرح کے حسن کے لیے جگہ تھی، حسنِ قدرت، حسن انسان، حسنِ خیال، حسنِ پیکر، حسنِ روحانی"[21]

اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبال کے ذوقِ جمال میں تنوع ان کی شاعرانہ طبیعت کا ایک نمایاں پہلو ہے لیکن اس جمالیاتی تنوع میں حسن و قبح کی پرکھ کے معاملہ میں ان کا معیار پاکیزگئ باطن تھا۔یہی وجہ ہے کہ اقبال کے ذوقِ جمال کے تشکیلی عناصر میں پاکیزگئ باطن ایک اہم اساسی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔قرآن مجید نے باطنی طہارت کے ساتھ ساتھ ظاہری طہارت پر بہت زور دیا ہے بلکہ ظاہری طہارت کو باطنی طہارت پر مقدم رکھا جو اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ظاہری طہارت کے بغیر باطنی طہارت کا حصول ممکن نہیں۔پاک پروردگار کا ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ،وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ[22]

"اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں اور ناپاکی سے دور رہیں"

درحقیقت طہارت و پاکیزگی وہ اساسی شے ہے جس سے انسانی روح اپنی حقیقی لطافتوں کو حاصل کر لیتی ہے،اس کی نشوونمو ہوتی ہے،اور یوں وہ بھرپور طریقہ سے اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرتی ہے۔طہارت و پاکیزگی میں پائی جانے والی نشوونما اور بالیدگی کی اس صلاحیت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں کیا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ[23]۔

"کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح دی ہے ایک پاکیزہ درخت کی مانند جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے۔"

اقبال طہارت و پاکیزگی کو رفعتوں کے حصول کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔یہ رفعتیں خواہ روحانی ہوں، فکری و تخیلی ہوں یا جمالیاتی، ہر حوالہ سے طہارت ان میں علو اور ترفع پیدا کرتی ہے۔رفعتِ خیال اور ذوقِ لطیف کا حصول پاکیزگئ روح کے بغیر ممکن ہی نہیں، اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید

ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف[24]

روح کی یہ پاکیزگی، نظر کی پاکیزگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر نگاہ پاکیزہ ہو تو باطن بھی پاک ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے ظاہر کی پاکیزگی کو باطن کی پاکیزگی پر مقدم کیا ہے۔ اقبال نگاہ کی پاکیزگی کو دل کی پاکیزگی کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں چنانچہ اقبال لکھتے ہیں:

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو[25]

جب دل و نگہ دونوں پاکیزگی کے وصف سے متصف ہو جائیں تو اس سے سیرت و کردار میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ اقبال محض صورت کے دلدادہ نہ تھے بلکہ حسن معنٰی پر فریفتہ تھے۔ ابتدائی مشق سخن کے دور کی غزل کا یہ شعر آشکار کرتا ہے کہ عنفوان شباب میں بھی اقبال کا ذوق جمال پاکیزگی باطن کو کتنی اہمیت دیتا تھا۔

جس کی سیرت بھی دل کو تڑپا دے
وہ حسیں خال خال ہوتے ہیں[26]

یہ محض شاعرانہ خیال آرائی نہیں ہے بلکہ متعدد واقعات[27] اس کی شہادت میں پیش کیے جاسکتے ہیں کہ اقبال کی نگاہ حسن پرور، میں معیارِ حسن، جمالِ سیرت تھا۔ چنانچہ سفر یورپ کے دوران جہاز میں ایک رقص کرتی نوخیز اطالوی دوشیزہ کے حسن نے اقبال کو بہت متاثر کیا لیکن جب اس نے ایک چھوٹی سی تھالی میں مسافروں سے مانگنا شروع کیا تو وہ تمام اثر زائل ہو گیا۔ کیونکہ اقبال کے خیال میں وہ حسن جس پر استغنا کا غازہ نہ ہو بدصورتی سے بدتر[28]۔ ایسا حسن محض دل و نظر کا حجاب ہوتا ہے:

یہ حوریان فرنگی دل و نظر کا حجاب — بہشت مغربیاں جلوہ ہائے پابہ رکاب
دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا — مہ و ستارہ ہیں بحر وجود میں گرداب[29]

نتائج بحث

سید درج بالا تمام تصریحات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اقبال کے کلام میں جمال کا پہلو قرآنی فکر کا مرہونِ منت ہے۔ اقبال کے تمام فلسفیانہ افکار، نظم اور نثر میں جابجا قرآن مجید سے استفادہ نظر آتا ہے۔ اقبال کی شخصیت اور فن پر قرآن کا اثر نمایاں ہے۔ وہ زندگی کے ہر گوشے میں قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کے متمنی ہیں۔ قرآن کے ساتھ اسی والہانہ عشق کی بدولت ان کی تمام حسیات کی اٹھان پر بھی قرآن مجید کے گہرے اثرات ہیں۔ اقبال

کے ذوق جمال پر بھی قرآن کا اثر نمایاں ہے۔ اقبال کے ذوقِ جمال کے دونوں تشکیلی عناصر یعنی وسعتِ مشاہدہ اور باطنی طہارت قرآن کی تعلیمات کا اثر ہیں۔ قرآن نے ان کے ذوقِ جمال میں نہ صرف وسعتِ مشاہدہ پیدا کی بلکہ پاکیزگیٔ باطن سے بھی مرصع کیا۔ اقبال اپنے اسی قدسی الصفت ذوقِ جمال کی وجہ سے معاشرہ کو ایک نئی جمالیاتی روایت سے روشناس کرانے میں کامیاب ہوئے جس کے اساسی عناصر صورت پسندی، یاسیت و قنوطیت، تساہل و ناتوانی اور جنسیت زدگی کے بجائے بلندیٔ کردار، رجائیت، جوش و ولولہ اور طہارت و پاکیزگی تھے۔ اور اسی جمالیاتی روایت کے بل بوتے پر اقبال کی فکر ایک ہمہ جہتی انقلاب کا باعث بنی۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، **فلسفۂ حسن**(لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۹۰ء)، ۱۶۱

Nāsir Hūssāin Ahmād, Dr., *Falsāfā e Hūsan* (Lahore: Fērōz Sons Limited, 1990), 161

[2] ۔ایضاً، ۱۶۰

Ibid, 160

[3] صدیقی، افتخار احمد، ڈاکٹر، **فروغِ اقبال**(لاہور: اقبال اکادمی، طبع اوّل، ۱۹۹۶ء)، ۶۳

Saddīqūi, Iftīhār Ahmēd, Dr., *Fārōōg e Iqbāl* (Lahore: Iqbāl Akādmy, 1996), 63

[4] غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر، **اقبال اور قرآن**(لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، طبع ثالث، ۱۹۹۴ء)، ۹

Ghūlām Mūstāfā khan, Dr., *Iqbāl Aūr Qūrān* (Lahore: Iqbāl Akādmy, 1996), 9

[5] محمود نظامی (مرتب)، **ملفوظاتِ اقبال**(لاہور: اشاعت منزل، 2009)، ۱۲۱۔۱۲۳

Mēhmōōd Nīzāmī, *Mālfōzāāt e Iqbāl* (Lahore: Ishāy'āt Mānzīl, 2009), 121-123

[6] غلام مصطفیٰ، **اقبال اور قرآن**، ۹

Ghūlām Mūstāfā, Iqbāl Aūr Qūrān, 9

[7] محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، **کلیاتِ اقبال**(اردو)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، اشاعت اول، ۲۰۰۴ء)، ۲۰۷۔

Mūhāmmād Iqbāl, dr., *Allāma, Kūlyā'at e Iqbāl* (Urdu) (Lahore: Sāgē Mēēl Publications, 2004), 207

[8] غلام مصطفیٰ، **اقبال اور قرآن**، ۹۔

Ghūlām Mūstāfā, *Iqbāl Aūr Qūrān*, 9

[9] افتخار احمد، **فروغِ اقبال**، ۶۵۔

Iftīhār Ahmēd, *Fārōōg e Iqbāl*, 65

[10] خلیفہ، عبدالحکیم، ڈاکٹر، **فکرِ اقبال**(لاہور: بزمِ اقبال، طبع، ششم، ۱۹۸۸ء)، ۱۳۳۔

Khālīfā Abdūl Hākēēm, dr., *Fīkr ē Iqbāl* (Lahore: Bāzmē Iqbāl, 1988). 133

[11] ۔العنکبوت: ۲۰

Al- Ankābōt, 29: 20

[12] ۔الغاشیۃ: ۱۷-۲۰

Al-Ghāshīsha 88: 17-20

[13] ۔محمد اقبال، علامہ، **تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ**، سید نذیر نیازی (مترجم)، (لاہور: بزمِ اقبال، جون ۲۰۱۲ء)، ۵۱۔

Mūhāmmād Iqbāl, dr., Allāma, *Taskīl e Jādēēd Ilāhyāt e Islāmi'a*, Syēd Nāzīr Nīyāzī (Lahore: Bāzmē Iqbāl, 2012), 51

[14] ۔محمد اقبال، علامہ، **کلیاتِ اقبال فارسی**(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۴ء)، ۳۳/۷۱۴۔

Mūhāmmād Iqbāl, Allāmā, *Kūlyāāt e Iqbāl Fārsī*, (Lahore: Iqbāl Akādmy Pakistan, 1994), 33/714

[15] ۔محمد اقبال، علامہ، **بالِ جبریل**، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اکتوبر ۲۰۱۴ء)، ۳۷۔

Mūhāmmād Iqbāl, dr., *Bāāl e Jībrēēl* (Lahore: Iqbāl Akadmy Pakistan, 20140, 37

[16] ۔ محمد اقبال، علامہ، **ضربِ کلیم**، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء)، ۲۸۔

Mūhāmmād Iqbāl, Allāma, *Zārbē Kalīm* (Lahore: Iqbāl Akadmy Pakistan, 1990), 28

[17] ۔ الملک: ۳،۴

Al-Malik 67: 3-4

[18] ۔ محمد اقبال، علامہ، **بانگِ درا**، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء)، ۱۰۸۔

Mūhāmmād Iqbāl, Allāma, *Bāngē Dīrā* (Lahore: Iqbāl Acādmy Pakistan, 1990), 108

[19] ۔ محمد اقبال، علامہ، **کلیاتِ اقبال فارسی**، جاوید نامہ، ۱۱۰۔

Mūhāmmād Iqbāl, Allāma, *Kūlyāāt e Iqbāl Fārsī*, Javēd Nāma, 110.

[20] ۔محمد اقبال، علامہ، **بانگ درا**، ۳۵۔

Mūhāmmād Iqbāl, Allāma, *Bāngē Dīrā*, 35

[21] ۔ تاثیر، محمد دین، **اقبال کا فکر و فن**، مرتبہ افضل حق قرشی (لاہور: بزم اقبال کلب روڈ، ۱۹۹۴ء)، ۱۵۶۔

Tāsīr, Mūhāmmād Dēēn, *Iqbāl ka Fīkr o Fān*, Mūrattāba Afzāl Haq Qūrāishī (Lahore: Bāzmē Iqbāl Club Road, 1994), 156

[22] ۔ المدثر 74: 4-5

Al-Mūdassīr 74: 4-5

[23] ۔ ابراہیم 14: ۲۴۔

Ibrāhīm 14: 24

[24] ۔ محمد اقبال، علامہ، **ضربِ کلیم**، ۸۵۔

Mūhāmmād Iqbāl, Allāma, *Zārbē Kalīm*, 85

[25] ۔ محمد اقبال، علامہ، **بالِ جبریل**، ۷۵۔

Mūhāmmād Iqbāl, dr., *Bāāl e Jībrēēl*, 75

[26] ۔ معینی، سید عبد الواحد، **باقیاتِ اقبال**، (لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۷۸ء)، ۳۲۳۔

Mūē'nī, Sy'ēd Abdūl Wāhīd, *Bāqyāt e Iqbāl* (Lahore: Ay'ēnā Adāb, 1978), 323

[27] ۔ اس ضمن میں ایک واقعہ تو متن میں بیان کیا گیا ہے، اس کے علاوہ بھی واقعات ہیں مثلاً اقبال جب یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے تو راستہ میں بمبئی میں جس ہوٹل میں قیام کیا اس کے بوڑھے پارسی منتظم کی نورانی شکل و صورت اور تاجرانہ عجز و انکسار، انھیں قدیم ایران کے وخشوروں کی یاد دلاتا تھا، اسے دیکھ کر بعض اوقات فرط عقیدت سے ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں، ایک شام انھوں نے دیکھا کہ وہی مرد بزرگ شراب کی بوتل بغل میں دبائے کمرے سے باہر نکل رہا ہے۔ اقبال کو دیکھتے ہی اس نے بوتل چھپانے کی کوشش کی (...) یہ منظر دیکھتے ہی اقبال کی ساری عقیدت ہوا ہو گئی۔ اقبال نامہ، ص ۵۲، ۵۱

[28] ۔ محمد اقبال، علامہ، **شذرات فکر اقبال**، جاوید اقبال (مرتب) افتخار احمد صدیقی (مترجم)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء)، ۱۵۰۔

Mūhāmmād Iqbāl, Allāma, *Sazrāt Fīkr ē Iqbāl*, Javēid Iqbāl (Mūrattāb Iftīkhar Ahmēd Saddīquē (Lahore: Majlīs ē Tarāqqī Adāb, 1973), 150

[29] ۔ محمد اقبال، علامہ، **بالِ جبریل**، ۴۷۔

Mūhāmmād Iqbāl, dr., *Bāāl e Jībrēēl*, 47